منّی بیگم

ایسٹ انڈیا کمپنی کی محسنۂ خاص

از پروفیسر پریم ناتھ بھلا صاحب ایم اے سینٹ اسٹیفنس کالج دہلی

میرے فاضل دوست بھلا صاحب نے یہ فاضلانہ مقالہ جو دراصل انگریزی زبان کے مشہور تاریخی رسالہ General of Indian History madras میں شائع ہو چکا ہے امپیریل ریکارڈس آفس کے بعض اہم دستاویزات اور سرکاری کاغذات کی مدد سے مرتب کیا ہے۔ اس بنا پر وارن ہسٹنگ اور نظامت مرشد آباد کے باہمی تعلقات اور اس سلسلہ میں ہندوستان سے متعلق ایسٹ انڈیا کمپنی کی پالیسی کی نسبت اس میں بعض ایسی مستند اور مفید معلومات آگئی ہیں جو عام طور پر دوسرے ذرائع سے حاصل نہیں ہو سکتیں۔ میں نے اس کو اردو زبان میں منتقل کر دیا ہے امید ہے کہ قارئین برہان اس کو دلچسپی سے پڑھیں گے اور فائدہ اٹھائیں گے۔

سعید احمد

منّی بیگم جس کو "ایسٹ انڈیا کمپنی کی ماں" یا "گوہر بیگم" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ نواب میر جعفر خاں کی محبوبہ اور منظور نظر تھی۔ یہ ایک بیوہ عورت کی بیٹی تھی جو سکندرہ کے قریب بلکنڈہ نامی ایک گاؤں میں رہتی تھی۔ ماں اس قدر غریب تھی کہ جب وہ اپنی ایک بیٹی کا خرچ بھی برداشت نہ کر سکی تو آخر مجبور ہو کر اس نے منی بیگم کو سمیع علی خاں جو شاہجہاں آباد میں رہتے تھے ان کی باندی بسو نام کے سپرد کر دیا۔ منی بیگم بسو کے پاس تقریباً چار پانچ سال رہی اور یہاں رہ کر اس نے

گانے بجانے اور ناچنے کا فن حاصل کیا۔

سنہ ۴۶-۱۷۴۵ء میں نواب شہامت جنگ نے اپنے لے پالک اکرام الدولہ کی شادی کے موقع پر بسو اور اس کی پارٹی کو مرشد آباد بلایا تو منی بیگم بھی ان لوگوں کے ساتھ آئی۔ تقریب شادی کے ختم ہو جانے کے بعد یہ لوگ مرشد آباد میں کئی ماہ مقیم رہے۔ میر جعفر نے ان کے لئے پانسو روپیہ ماہوار کا روزینہ مقرر کر دیا اور منی بیگم کو اپنے حرم میں داخل کر لیا۔ میر جعفر کا لڑکا نواب نجم الدولہ اسی کے بطن سے تھا۔[۵۱]

منی بیگم نے اپنی خوبصورتی اور قابلیت سے میر جعفر کے اقلیم دل پر قبضہ کر لیا اور وہ جلد ہی اس کی منظور نظر اور خانگی معاملات میں اس کی مشیر کار ہو گئی جنگ پلاسی کے بعد جب میر جعفر مرشد آباد کی مسند پر بیٹھا تو اسے جواہرات اور ہیروں کا ایک بڑا ذخیرہ بھی ملا جو اس کے پیشروؤں نے مدتوں میں جمع کیا تھا یہ تمام خزانے اندرون محل منی بیگم کی تحویل میں محفوظ کر دیئے گئے[۵۲]

سنہ ۱۷۶۰ء میں میر جعفر کو معزول کر کے کلکتہ بھیجا گیا اس وقت شاہ خانم نے جو میر جعفر کی اصل بیوی تھی اپنے شوہر کے ساتھ دونوں کی نااتفاقی کے باعث کلکتہ جانے سے انکار کیا[۵۳]۔ لیکن اور دوسری خواتین کی طرح منی بیگم نے رفاقت کی اور میر قاسم کی معزولی کے بعد میر جعفر کے دوبارہ مسند مرشد آباد پر بحال ہونے کے وقت تک اس کے ساتھ کلکتہ رہی۔ میر جعفر کا جب انتقال ہونے لگا تو اس نے لارڈ کلایو کے لئے نقد اور جائیداد کی صورت میں پانچ لاکھ کی وصیت کی اور منی بیگم کو اس پر مامور کیا کہ وہ یہ رقم نواب کے انتقال کے بعد لارڈ موصوف کے حوالہ کر دے چنانچہ نواب نجم الدین کے عہد میں وصیت کے مطابق منی بیگم نے یہ رقم کلایو کے حوالہ کر دی۔ مشہور ہے کہ

---

۵۱ See Nanda Rai's letter to Clavering May 1775, C.R. 5; PP 64-5; No 17.

۵۲ سیر المتاخرین ج ۲ ص ۶۹۵۔

۵۳ See Vansittart and Col. Caillaud's letter to the Select Committee dated 1st oct 1760 - A narration of transactions in Bengal by Vansittart; Vol. 1. P.125

موصوف نے اسی رقم سے ۱۷۷۰ء میں ایک ٹرسٹ فنڈ قائم کیا تھا جس سے ہندوستان میں جو انگریز مرجاتے تھے ان کی بیوہ عورتوں اور بچوں کی خورونوش کا انتظام کیا تھا۔

نواب میر جعفر نے ۵ رفروری ۱۷۶۵ء کو انتقال کیا اس کے بعد منی بیگم کا بڑا بیٹا نجم الدولہ مسند پر باپ کا جانشین ہوا۔ اور اس طرح میرن کے بیٹے کے جائز مطالبات کو نظر انداز کر دیا گیا۔ اپنے اس فیصلہ کو حق بجانب ثابت کرنے کے لئے بورڈ آف ڈائرکٹر نے کہا کہ نجم الدولہ تو اپنے باپ کی زندگی میں ہی تخت کے لئے نامزد کر دیا گیا تھا[۵۱]۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نجم الدولہ کو مسند مرشد آباد پر بٹھانے کی غرض سے منی بیگم اور نند کمار نے مرشد آباد اور بردوان کے ریزیڈنٹوں کو بھاری بھاری رشوتیں دے دی تھیں[۵۲]۔ چنانچہ انھوں نے یہاں آکر نوجوان شہزادہ کو تخت نشین کر دیا۔ نواب نجم الدولہ ۱۷۶۶ء میں اس دنیا سے چل بسا اور اب اس کا چھوٹا بھائی سیف الدولہ تخت پر بیٹھا ان دونوں بھائیوں کے عہدِ حکومت میں خانگی امور کا انتظام و انصرام تمام تر منی بیگم کے ہاتھوں میں ہی رہا۔ یہی ان دونوں کی سرپرست تھی اور تمام وظائف وغیرہ کی تقسیم کا کام اس کے ہی زیر نگرانی انجام پاتا تھا۔ اس مدت میں منی بیگم کے تعلقات محمد رضا خاں سے جو نائب ناظم تھا خوشگوار رہے۔

۱۷۷۰ء میں نواب سیف الدولہ کا بھی انتقال ہو گیا۔ اب نواب مبارک الدولہ مرحوم کا جانشین ہوا۔ مبارک الدولہ کی ماں ببو بیگم اب تک گمنامی کی زندگی بسر کرتی رہی تھی ادھر محمد رضا خاں نائب ناظم کے تعلقات منی بیگم سے ناخوشگوار ہو گئے تھے اس لئے اب رضا خاں نے کوشش کی کہ نواب کے تمام خانگی انتظامات منی بیگم کے ہاتھ سے نکل کر ببو بیگم کے ہاتھوں میں آجائیں[۵۳]۔ لیکن محمد رضا خاں کی یہ کوشش کچھ زیادہ دنوں تک کے لئے بارآور نہ ہو سکی کیونکہ ۱۷۷۲ء میں اس پر خیانت اور غبن کا الزام لگایا گیا اور اس بنا پر اسے نائب ناظم اور نائب دیوان دونوں کے عہدوں سے الگ کر دیا گیا اور اس سلسلہ میں ببو بیگم کو بھی نواب کے خانگی انتظامات کی نگرانی سے برطرف کر دیا

---

۵۱ Secret proceedings 12. Feb; PP. 95—7.

۵۲ سیر المتاخرین ج ۲ ص ۷۷۱ - ۵۳ ایضاً ج ۲ ص ۷۸۱

گیا اور اب کمیٹی آف سرکٹ نے منی بیگم کو سرپرست اور راجا گرداس کو نواب کا دیوان مقرر کیا۔

مارچ ۱۷۷۵ء میں نندکمار نے اس حقیقت کو آشکارا کیا کہ ۱۷۷۲ء میں لارڈ ہیسٹنگ نے مختلف اوقات میں خود اس سے اور منی بیگم سے تین لاکھ چون ہزار روپیہ کی رشوت اس غرض سے لی ہے کہ راجا گرداس کو نواب کا دیوان اور منی بیگم کو نواب کا سرپرست مقرر کر دیا جائے[۵۱]۔ اپنے اس دعوے کے ثبوت میں نندکمار نے ایک خط کا ترجمہ پیش کیا جو کہا جاتا ہے کہ ۲ ستمبر ۱۷۷۲ء کو منی بیگم نے لکھا تھا[۵۲]۔

خط کے واقعی ہونے کا ثبوت اب تک فراہم نہیں ہو سکا ہے منی بیگم کو اس کا اقرار تھا کہ اس نے ہیسٹنگ کو ڈیڑھ لاکھ روپیہ کی رقم اس وقت پیش کی تھی جب وہ ۱۷۷۲ء میں مرشد آباد آیا تھا اور اس کی وجہ وہ یہ بیان کرتی ہے کہ پہلے سے یہ طریقہ رائج تھا کہ جب کبھی گورنر جنرل نواب سے ملنے کے لئے مرشد آباد آتا تھا تو اسے دو ہزار روپیہ روزانہ بحق ضیافت دیا جاتا تھا[۵۳]۔ چنانچہ یہ ڈیڑھ لاکھ روپیہ کی رقم بھی اسی سلسلہ میں ہیسٹنگ کو پیش کی گئی۔ ہیسٹنگ بھی اس کا اقرار کرتا ہے کہ اس نے یہ رقم بطور حقِ ضیافت وصول کی تھی۔ نندکمار کا یہ دعویٰ کہ منی بیگم نے ہیسٹنگ کو اس غرض سے رشوت دی تھی کہ اسے نواب کا سرپرست مقرر کر دیا جائے دستاویزات سے ظاہر نہیں ہوتا۔ اگرچہ یہ کچھ ایسا ناممکن اور غیر اغلب بھی نہیں ہے۔ ہیسٹنگ خود اور اس سے زیادہ اس کی بیوی ملک کی مختلف طاقتوں سے تحفے تحائف وصول کرتے تھے لیکن یہ کسی ذریعہ سے ثابت نہیں ہو سکا ہے کہ ان تحائف اور ہدایا سے اس کی پالیسی بھی متاثر ہوتی تھی۔

سرکاری کاغذات سے یہ بات بالکل واضح ہوتی ہے کہ ان تقررات کے کرنے میں ہیسٹنگ نہ تو اپنے کسی ذاتی جذبہ اور شفقت کو دخل دیتا تھا اور نہ ان سے اس کی کسی کی جانب داری مقصود

---

۵۱ Secret proceedings; OC. 11 March. 1775; No. 2.

۵۲ " " " 13 march 1775. No 6 (A)

۵۳ See munni Begum's letter Secret proceedings O.C. 24 July 1775. No 21

ہوتی تھی جیسا کہ برک اور سندکمار کا خیال تھا۔[۵۱] بلکہ ان تمام امور میں اس کے پیش نظر ہمیشہ یہ بات رہتی تھی کہ وہ ہندوستان میں خود اپنی قوم کے مفاد اور اس کی حکومت کے لئے فضا ہموار کرے کمیٹی آف سرکیٹ نے اس سلسلہ میں جو رائے ظاہر کی ہے اس سے اور اس کے علاوہ ہیسٹنگ کے ایک خط سے جو اس نے کورٹ کے ڈائرکٹروں کے نام لکھا تھا دونوں سے ہمارے اس دعوے کی تائید ہوتی ہے۔ ہندوستان میں برطانیہ کی اس پالیسی کا مقصد کیا تھا؟ کمیٹی نے صاف لفظوں میں اس کا اظہار اس طرح کیا ہے!

"ہمارا یہ فرض ہے کہ آہستہ آہستہ (ہندوستان کی) حکومت میں اس طرح مکمل تبدیلی کا امکان پیدا کریں کہ موجودہ حکومت کی جگہ جو اس ملک پر قبضہ رکھنے کا دعویٰ کرتی ہے ایک ایسی حقیقی طاقت پیدا ہو سکے جو اس ملک کی حفاظت کرے اور اس مقصد کو تدریجی طور پر مکمل کرنے کے لئے ایسے ذرائع اختیار کریں جو باقاعدہ طور پر دیانت داری کے ساتھ عمل میں لائے جا سکیں۔ نواب کی نابالغی اس نوع کے ذرائع بہم پہنچاتی ہے بحالات موجودہ پوری حکومت کو چلانے کا کام ہم کو خود اپنے ہاتھوں میں رکھنا چاہئے تاکہ ہندوستان کے لوگ برطانوی قوم کی خود مختارانہ حکمرانی کے عادی ہو جائیں نظامت کے عہدوں کو ہمیں تقسیم کر دینا چاہئے اور نواب کے خانگی معاملات میں کسی دوسرے شخص کا دخل ہمیں گوارا نہ کرنا چاہئے۔"[۵۲]

منی بیگم کو نواب کے سرپرست کی حیثیت سے انتخاب کرتے ہوئے کمیٹی آف سرکٹ نے اپنی صفائی میں کہا تھا کہ

"ہمیں میر جعفر علی خاں کی بیوہ سے بہتر اور کوئی دوسرا شخص ایسا نہیں ملتا جو نواب کی سرپرستی کے لئے ایسا موزوں ہو۔ اس معاملہ میں ہماری اپنی جو پالیسی ہے اس سے

---

۵۱ See Burk's speech. India Courier (extraordinary) 1, PP. 120–21 and P. 176

۵۲ Secret Proceedings, 11, July 1772. PP. 64–68.

قطع نظر یوں بھی منی بیگم کی حیثیت اور مرتبہ اس کو اس عظمت کا مستحق قرار دیتے ہیں پھر چونکہ منی بیگم کی ذمہ داری نواب کے محل کی دیواروں کے اندر محدود رہیگی اس بنا پر اس کا یہ انتخاب صنفی حیثیت سے بھی ملک کے موجودہ قوانین اور آئین کے خلاف نہ ہوگا۔" [۵۱]

اس عہدہ کے لئے بہو بیگم جو نواب کی ماں تھی اور نواب کا چچا احترام الدولہ یہ دونوں مدعی تھے۔ اس بنا پر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان دونوں کے ہوتے ساتے منی بیگم کا انتخاب کس مصلحت سے عمل میں آیا۔ محمد رضا خاں کی برطرفی کے بعد احترام الدولہ نے درخواست کی کہ اس کو نائب صوبہ کا عہدہ تفویض کردیا جائے لیکن اس کی درخواست نامنظور کردی گئی۔ [۵۲] اس اپنے فیصلہ کی صفائی کرتے ہوئے ہیسٹنگ نے کورٹ آف ڈائرکٹرز کو لکھا تھا کہ

"احترام الدولہ کچھ زیادہ خطرناک قابلیتوں کا آدمی نہیں ہے اور نہ بظاہر حوصلہ مند معلوم ہوتا ہے۔ البتہ وہ ایک وسیع خاندان کا باپ ہے جس کو اگر مسند پر اسقدر اونچی جگہ دیدی گئی تو اندیشہ ہے کہ وہ صوبہ داری کے حق وراثت کا دعوی کر بیٹھیں گے اور اگر اس کی اولاد میں سے کوئی ایک بیٹا بھی مسند نشینی کا خواہاں ہوا تو اس کے لئے بہت آسان ہوگا کہ وہ کسی وقت نواب بن جائے۔ نواب کے نابالغ رہنے تک سرپرست کم از کم ناظم بھی ہوگا اور اس طرح ہماری وہ تمام امیدیں جو ہم اس سے پوری کرنی چاہتے ہیں برباد ہوجائیں گی۔ اگر اس جگہ پر کسی اور دوسرے شخص کا تقرر کیا جاتا تو نتیجہ بڑی حد تک پھر بھی یہی رہتا" [۵۳]

اب رہی بہو بیگم! تو غالباً اس کے مطالبہ کو اس لئے ٹھکرا دیا گیا کہ وہ پہلے جو نواب کی سرپرست

---

۵۱ Secret proceedings; 11 July 1772. PP. 69 - 70

۵۲ " " 21 May 1772. PP 534 - 37

۵۳ Letter to the Secret Committee of the Court of Directors, dated 1st September 1772 (Gleig; 1. P; 253)

ہوئی تھی تو محمد رضا خاں کے توڑ جوڑ سے ہوئی تھی لیکن اب وہ بات نہ رہی تھی اور محمد رضا خاں کمپنی کی نظر میں مشتبہ ہو گیا تھا اس کو اپنے عہدہ سے برطرف کر دیا گیا تھا اور ہیسٹنگ کی خواہش یہ تھی کہ اس کی جگہ پر اب کوئی ایسا شخص آئے جس کے تعلقات محمد رضا خاں کے ساتھ خوشگوار نہ ہوں علاوہ بریں غلام حسین کا بیان ہے کہ صرف منی بیگم ہی ایک ایسی خاتون تھی جس سے نواب ڈرتا تھا۔[له] بہر حال منی بیگم کو سرپرست مقرر کر دیا گیا کچھ اس وجہ سے کہ اس کے کوئی اپنا بیٹا نہ تھا جس کو مسند نشین کرنے کے لئے وہ جدوجہد کرتی اور کچھ اس وجہ سے کہ نواب اسی سے ڈرتا تھا لیکن بڑی وجہ تو یہ تھی کہ منی بیگم کے پاس وافر دولت تھی جس کے باعث کمپنی اس کی پوجا ماں کی طرح کرتی تھی۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ سرپرستی کے لئے منی بیگم کا انتخاب غیر فطری معلوم ہوتا ہے لیکن اگر ہندوستان سے متعلق ہیسٹنگ کی پالیسی کو ہم پیش نظر رکھیں تو ہمیں اس کی وجہ صاف معلوم ہو جاتی ہے۔

منی بیگم تین برس سے کچھ اوپر تک نواب کی سرپرست رہی۔ اس منصب کے مشاہرہ کے طور پر اس کو ایک لاکھ چالیس ہزار روپیہ سالانہ دیئے جاتے تھے اور یہ رقم ایک لاکھ چوالیس ہزار روپے اس رقم کے علاوہ تھی جو اس کو ہر سال بہ طور پنشن ملتی تھی۔ نواب کے خانگی امور کا اہتمام و انصرام اور وظائف نظامت کی تقسیم کا تمام کام اسی کے سپرد تھا۔ اس کے علاوہ نواب کی تعلیم و تربیت کی نگرانی بھی اسی کے ذمہ تھی۔ عملی طور پر اپنے معاملات میں وہ مکمل طور پر آزاد تھی ہیسٹنگ نے وعدہ کر رکھا تھا کہ وہ اس کی ذمہ داریوں میں کوئی دخل نہ دیگا۔

منی بیگم کے عہد انتظام کو کسی طرح بہت زیادہ کامیاب نہیں کہا جا سکتا وہ جلد ہی اپنے خواجہ سرا اعتبار علی خاں کے زیر اثر آگئی جو ہر معاملہ میں اس کا نائب یا قائم مقام کی حیثیت سے کام کرتا تھا۔ گورنر جنرل نے بیگم کو متعدد خطوط لکھے اور ان میں تنبیہ کی گئی کہ وہ انتظامی معاملات خواجہ سرا کے ہاتھوں میں نہ چھوڑے خود ان کا انصرام کرے اور جہاں تک ممکن ہو دیوان کے مشورہ پر چلے[که]

[له] سیر المتاخرین ج ۲ ص ۸۹۷

[که] C.I. 6. PP125-7; No. 257; C.P.C; iv; L. 398.

لیکن ان خطوط کا بیگم پر ذرا اثر نہ ہوا۔ اعتبار علی خاں خائن اور لالچی شخص تھا۔ انتظامی قابلیت سے اسے کوئی سروکار نہ تھا۔ غلام حسین کا بیان ہے کہ اس نے ایک بہت بڑی رقم خورد برد کردی تھی اور نواب میر جعفر کے اہلِ خاندان کے وظائف روک لئے تھے

مئی ۱۷۷۵ء میں گورنگ مرشد آباد آیا تو اس نے دیکھا کہ خزانہ بالکل خالی ہوگیا ہے[۵۱] یہاں اس کو تنخواہ داروں کی طرف سے درخواستیں موصول ہوئیں جن میں کہا گیا تھا کہ ان کو تین سال سے مقررہ وظیفے نہیں ملے ہیں[۵۲]۔ بیگم کی سرپرستی کے زمانہ میں نواب بھی نو لاکھ روپیہ کا مقروض ہوگیا تھا۔ گورنگ نے اپنی رپورٹ میں لکھا ہے کہ منی بیگم نے نواب کی تعلیم کی طرف سے کامل غفلت برتی ہے اور اس طرح جو ٹرسٹ اس کے سپرد کیا گیا تھا اس کا بیگم نے غلط استعمال کیا اور اپنے فرائض سے پہلو تہی کی۔

ایسٹ انڈیا کمپنی کی کونسل میں اکثریت ہیسٹنگ سے پہلے ہی کچھ خوش نہ تھی۔ اب انھوں نے ہیسٹنگ کے انتظام پر یہ نکتہ چینی سُنی تو انھیں اس کو تبدیل کردینے کا ایک موقع مل گیا۔ نندرائے جو پہلے بیگم کی ملازمت میں تھا اس نے مسٹر گرانٹ اکاونٹنٹ پراونشل کونسل مرشد آباد کے سامنے بیان کیا کہ نو لاکھ سترسٹھ ہزار چھ سو چونسٹھ کی ایک رقم منی بیگم پر واجب الادا ہے۔ گرانٹ یہ تمام حسابات کلکتہ لے آیا اور ۲ مئی ۱۷۷۵ء کو اس نے ان کو بورڈ کے سامنے پیش کردیا ۸ مئی کو اس معاملہ میں گرانٹ پر پھر جرح کی گئی۔ اب اکثریت کا فیصلہ یہ ہوا کہ گورنگ کو مرشد آباد اس غرض سے بھیجا جائے کہ وہ حسابات کی جانچ پڑتال کرنے کے لئے وہاں کے تمام کاغذات کو اپنے قبضہ میں کرلے اور بیگم کو نواب کی سرپرستی کے عہدہ سے برطرف کردے۔ تاکہ اس کے اثر کی وجہ سے نوابی کے افسر سچی گواہی دینے میں تامل نہ کرسکیں۔ اس فیصلہ میں یہ بھی ظاہر کردیا گیا تھا کہ مسٹر گورنگ ان تمام متعلقہ کاغذات اور حسابات کو اپنے قبضہ میں کرکے انھیں مسٹر میکسول

---

۵۱ Secret Proceedings. OC. 25 May 1775; No. 10.

۵۲ " " " 8 June, " No. 4.

مسٹر اینڈرسن اور مسٹر گرانٹ کے سامنے پیش کردیں۔ یہ لوگ ان کی جانچ پڑتال کرکے انھیں بورڈ کے سامنے پیش کریں۔ اس درمیانی مدت کے لئے راجہ گرداس کو نواب کا سرپرست عارضی طور پر مقرر کردیا گیا تھا۔ ہیسٹنگ نے اکثریت کے اس فیصلہ پر اعتراض کیا۔ اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔[۵۱]

مسٹر گورنگ ۱۴ رمئی کو مرشد آباد پہنچے۔ ۱۶ رمئی کو انھوں نے نواب سے ملاقات کی اور تمام حکام کی موجودگی میں کونسل کے احکام پڑھ کر سنائے۔ اب انھوں نے نواب اور راجا گرداس کی معیت میں منی بیگم سے ملاقات کی اور اسے نواب کی سرپرستی کے منصب سے برطرف کردیا۔ علاوہ بریں بیگم کے ڈپٹی اور خاص خواجہ سرا اعتبار علی کو قید کردیا اور بیگم نے جو رقم خورد برد کی تھی اس کے حسابات سے متعلق تمام کاغذات کو اپنی تحویل میں لے لیا۔[۵۲] اب تک یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ اس معاملہ میں کوئی اور تحقیق و تفتیش بھی ہوئی تھی یا نہیں؟ بہرحال یہ ضرور ہے کہ کونسل کی اکثریت کے فیصلہ نے بیگم کو مجرم قرار دیدیا۔ بیگم کے ساتھ گورنگ کے اس برتاؤ نے مخالفت پیدا کردی، گورنگ نے منی بیگم کے ساتھ جو ظلم و زیادتی کا معاملہ کیا تھا۔ ہیسٹنگ نے اس کا شکوہ کیا۔ اس سلسلہ میں خود نواب کا جو بیان ہے اس سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ اس واقعہ کے بارہ برس بعد نواب نے سرجان شور کو جو خط لکھا ہے اس میں اس نے تحریر کیا ہے کہ گورنگ نے کونسل کے حکم کی جس طرح تعمیل کی تھی وہ مجھکو اب تک یاد ہے۔ اسے میں کبھی فراموش نہیں کرسکتا۔[۵۳]

بہرحال اس طرح اکثریت کے عمل نے بیگم کو نواب کی سرپرستی اور نیابت کے عہدہ سے برطرف کردیا۔ ہیسٹنگ نے اپنے انتظام کی اس تبدیلی کو اپنی ذاتی توہین خیال کیا۔ چنانچہ اپنے ایک خط میں جو اس نے ۱۸ رمئی ۱۷۷۵ء کو کورٹ آف ڈائرکٹرز کے نام لکھا ہے اس میں اس نے

---

۵۱ See Hastings letter to the Court of Directors, 18 May 1775; Secret proceedings; OC. 14. Sept. 1775; No. 2.

۵۲ CR. 5; PP. 93-100; No 27. CPC; iv; L. 1306

۵۳ See Shore's report, Secret proceedings. 11. June, 1787. P. 3321.

اس انقلاب کو جو اس قدر اچانک واقع ہو گیا تھا اور جو نتائج کے اعتبار سے بڑا اہم تھا ڈائرکٹروں کی اس ذلیل نیت کی طرف منسوب کیا ہے۵۱ کہ یہ لوگ اس کو (ہیسٹنگ کو) اس کی موجودہ ذمہ داری سے الگ کرنا چاہتے ہیں۔ اور خود اپنے نائیدہ نند کمار کے اثر کو سراہ رہے ہیں۔ اس کے بعد ہیسٹنگ برابر اس موقع کا منتظر رہا کہ وہ کسی طرح کونسل کے اس فیصلہ کو بدل کر پھر منی بیگم کو اس کے عہدہ پر بحال کر دے۔ لیکن دوسری جانب کونسل کی اکثریت اس فیصلہ میں اپنے آپ کو حق بجانب سمجھتی تھی چنانچہ ان لوگوں نے کورٹ آف ڈائرکٹرز کے نام جو خط بھیجا ہے اس میں وہ اس حقیقت پر بڑا زور دیتے ہیں کہ منی بیگم نے ایک بڑی رقم خورد برد کی تھی۔ اور نہایت افسوسناک طریقہ پر نواب کی تعلیم سے تغافل برتا تھا ۵۲

اب بیگم کا حال سنئے! وہ اگرچہ اپنے منصب اور عہدہ سے الگ کر دی گئی تھی لیکن اس کے باوجود چونکہ اس کے پاس وافر روپیہ تھا بہت کچھ ذمہ داری رکھتی تھی اور ان سب سے زیادہ یہ کہ غیر معمولی طور پر ہوشیار اور زیرک بھی تھی اس بنا پر اس کا اقتدار پھر بھی قائم رہا اور ہر چیز پر اس کی نگرانی بدستور رہی ۵۳

منی بیگم کی برطرفی کے بعد محمد رضا خاں جو بعد میں رہا کر دیا گیا تھا۔ اکثریت کے فیصلہ سے نواب کا سرپرست اور قائم مقام دوبارہ مقرر ہو گیا۔ کورٹ آف ڈائرکٹرز نے اس سے اتفاق کیا لیکن ہیسٹنگ اکثریت کے فیصلہ کو ختم کر دینے کے لئے موقع کا برابر جویا تھا ہی اس کے لئے ایسا موقع جلد ہی آ گیا۔ ابھی کچھ زیادہ مدت نہیں گذرنے پائی تھی کہ نواب مبارک الدولہ کی طرف سے محمد رضا خاں کی سرپرستی سے متعلق بے اطمینانی کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ چنانچہ اس نے اپنے خط موصولہ ۱۲ فروری ۱۷۷۸ء میں گورنر جنرل اور کونسل دونوں سے اس بات کی درخواست کی ہے

---

۵۱ Secret proceedings; OC. 14 Sept 1775; No. 2.

۵۲ Secret proceedings; OC. 14 Sept 1775; No. 6.

۵۳ سیر المتاخرین ج ۳ ص ۷۶۔ (ترجمہ)

کہ اسے اپنے نائب اور سرپرست کو معزول کردینے اور خود مختاری حاصل کرلینے کی اجازت دی جائے[۵۱]
۲ رمارچ کے جلسہ میں جب کونسل نے اس خط پر غور کیا تو مسٹر وہیلر اور مسٹر فرانسس دونوں نے یہ تجویز پیش کی کہ اس معاملہ کو کورٹ آف ڈائرکٹرز کے حوالہ کردیا جائے[۵۲]۔ بارول اس جلسہ میں موجود نہ تھا اس لئے یہ تجویز منظور کرلی گئی۔ لیکن ۵ رمارچ کو جب بارول موجود تھا۔ ہیسٹنگ نے اس معاملہ کو پھر اٹھایا اور اب اس کی رائے کے مطابق ہی فیصلہ ہوگیا کہ نواب کو کامل خود مختاری سپرد کردی جائے۔ اس نے محمد رضا خاں کو برطرف کردیا اور اس کی جگہ راجہ گرداس کو اپنا دیوان اور صدر الحق خاں کو نائب مقرر کرلیا۔ علاوہ بریں اس نے منی بیگم کو اس کی سالانہ پنشن کے علاوہ چھ ہزار روپیہ ماہانہ کا الاؤنس دینا بھی منظور کرلیا[۵۳]۔ ہیسٹنگ نواب کے ان تمام فیصلوں سے بالکل متفق تھا[۵۴]۔

غلام حسین کا بیان ہے کہ رضا خاں کی برطرفی کے بعد بیگم نے ایک بالکل نئی قسم کی زندگی کا آغاز کردیا۔ اس نے بہت کوشش کی کہ صدر الحق خاں سے نیابت کا عہدہ چھین لے۔ لیکن وہ اس میں کامیاب نہ ہوسکی[۵۵]۔ تاہم اس کے اختیارات کافی وسیع تھے۔ اس نے صدر الحق خاں کو مدد دینے سے دست کشی اختیار کرلی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سازش اور تعصب کے مضر اثرات کے ماتحت انصاف کا نظم ونسق بالکل ختم ہوگیا۔ اور ہیسٹنگ کو منی بیگم کے نام ایک نہایت سخت خط لکھنا پڑا جس میں بیگم کو ہدایت کی گئی تھی کہ وہ اپنے لوگوں کو صدر الحق خاں کے معاملات میں دخل دینے سے باز رکھے، پھر اس خط میں یہ بھی ظاہر کردیا گیا تھا کہ اس تمام خلفشار اور بدنظمی کا اصل باعث اس کا (بیگم کا) معتمد خواجہ سرا اعتبار علی ہے۔ بیگم کو اس پر ہرگز اعتبار نہ کرنا چاہیئے۔[۵۶]

---

۵۱ Secret proceedings; OC. 23 Feb. 1778. No. 15
۵۲ Secret proceedings; OC. 2. march. 1778 No 3. and No. 4.
۵۳ Secret proceedings, 4. may 1778; P.P. 241-240.
۵۴ See the Resolution of the Board.
Secret proceedings' 11 may 1778, P. 259
۵۵ سیر المتاخرین ج ۲ ص ۸۰۲ (اصل)
۵۶ CI. 10; P.P. 115-17, No 184; C.P.C; V; L. 1133.

اس اثنا میں کورٹ آف ڈائرکٹرز کو ان تبدیلیوں کا علم ہوا تو اس نے ان کو ناپسند کیا اور گورنمنٹ کو حکم بھیجا کہ محمد رضا خاں کو پھر اس کے عہدہ پر بحال کر دیا جائے۔ چنانچہ نواب کے احتجاج کے باوجود فروری ۱۷۸۰ء میں رضا خاں کو دوبارہ نائب صوبہ مقرر کر دیا گیا اور ساتھ ہی بیگم کے لئے چھ ہزار روپیہ ماہانہ کا جو الاؤنس منظور کیا گیا تھا اسے بھی بند کر دیا گیا۔ نواب کی بار بار کی درخواستوں کے باعث ہیسٹنگ نے ۱۷۸۱ء میں ہوم گورنمنٹ کے احکام کی پروا نہ کرتے ہوئے رضا خاں کو نواب کے امور خانگی کے نگراں کے عہدہ سے برطرف کر دیا۔ البتہ اس کے بعد بھی رضا خاں اپنی وفات (۱۷۹۱ء) تک صوبہ کی عدالت فوجداری کے صدر کی حیثیت سے کام کرتا رہا۔ [۵۱]

ان تمام واقعات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہیسٹنگ کے ساتھ نواب کے اور خصوصاً منی بیگم کے تعلقات بہت خوشگوار اور دوستانہ تھے۔ منی بیگم اور ہیسٹنگ کے درمیان تو مسلسل خط وکتابت بھی تھی اور صرف اسی زمانہ میں نہیں جبکہ موخر الذکر ہندوستان میں مقیم تھا بلکہ یہ سلسلہ اس کے انگلینڈ چلے جانے کے بعد بھی قائم رہا۔ ہیسٹنگ منی بیگم کے معاملات میں گہری دلچسپی لیتا تھا اس نے کونسل کی اکثریت کے فیصلہ کے خلاف بیگم کی مدافعت کی اور اس کو بحال کرنے کی جدوجہد میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ ۱۷۸۳ء میں جب بیگم کو نواب کی سرپرستی کے عہدہ سے الگ کرنے کے ساتھ اس کی ایک لاکھ چالیس ہزار روپیہ سالانہ کی پنشن بھی بند کر دی گئی تھی تو اس کو دوبارہ جاری کرنے کے لئے ہیسٹنگ نے کورٹ آف ڈائرکٹرز سے بیگم کی سفارش کی [۵۲]
اسی طرح دوسری جانب منی بیگم ہیسٹنگ کے معاملات سے بڑی دلچسپی لیتی تھی۔ چنانچہ ایک مرتبہ جب ہیسٹنگ نے اپنے خط مورخہ ۸ رفروری ۱۷۸۸ء میں نسبت تھومپسن سے یہ درخواست کی کہ وہ ہندوستان کے لوگوں سے ان کے ساتھ خود اس کے رویہ کے متعلق مستند تصدیقات

---

51 See governor general's minute Secret Proceedings; OC. 6 July 1781; No. 1.

52 See extract of a general letter from Court 21 July 1786, Secret Proceedings, 11 June 1787 PP. 3381-83.

فراہم کرکے بھیجدے تاکہ ہیسٹنگ کے خلاف لندن میں جو مقدمہ چل رہا تھا اس میں ان تصدیقات سے اس کو کچھ مدد مل سکے[۵۱] تو بیگم نے بڑی خوشی سے اپنا ایک تصدیق نامہ بھیجدیا۔ علاوہ بریں جب ہیسٹنگ کو اپنے انگلینڈ والے مقدمہ میں کامیابی ہوئی تو اس نے اس کے نام مبارکباد کا پیغام بھی ارسال کیا تھا۔[۵۲]

ہیسٹنگ کی دوسری بیوی میرین سے بھی منی بیگم کے بہت گہرے روابط تھے۔ ہیسٹنگ اور منی بیگم دونوں کے دوطرفہ خطوط سے بھی اس پر روشنی پڑتی ہے[۵۳] کہ بیگم اور لیڈی ہیسٹنگ دونوں میں بہت ہی بے تکلفی تھی۔ جب تک لیڈی ہیسٹنگ ہندوستان میں رہی اور پھر اس کے انگلینڈ چلے جانے کے بعد بھی بیگم اس کے لئے ہاتھی دانت کی کرسیاں بطور تحفہ تحائف بھیجتی رہی[۵۴]۔ کلکتہ کے وکٹوریہ میموریل ہال میں اس قسم کی کرسیوں کا ایک سٹ اب بھی محفوظ ہے جو منی بیگم نے مسز ہیسٹنگ کو تحفۃً دی تھیں۔

نسبٹ تھومپسن اپنے ایک خط مورخہ ۲۵ مارچ ۱۷۸۶ء میں وارن ہیسٹنگ کو لکھتا ہے کہ مجھکو منی بیگم نے مسز ہیسٹنگ کے لئے ہاتھی دانت کی چار کرسیاں اور ایک میز دی ہے اور میں ان کو پہلے جہاز سے ہی انگلینڈ روانہ کردونگا۔ اس کے جواب میں ہیسٹنگ نے لکھا ہے کہ مسز ہیسٹنگ کو آپ کا خط مل گیا ہے وہ کہتی ہیں کہ ہاتھی دانت کی یہ کرسیاں بہت قیمتی چیزیں ہیں معمولی نہیں ہیں اور آپ ان کو پہلے جہاز سے ہی روانہ کردیں[۵۶]۔

ہمیں یقینی طور پر یہ علم نہیں ہے کہ جانبین سے تحفہ تحائف کا یہ سلسلہ ہندوستان میں ہیسٹنگ کی پالیسی پر بھی اثر انداز ہوتا تھا یا نہیں۔ البتہ مسٹر آر سی میکون نے ۱۹۱۰ء میں "امپائر" اخبار کے

---

۵۱ See Nesbitt-Thompson Correspondence. Bengal past and present; 1919. P. 181-82.
۵۲ See TR. 38; P. 631; No. 356.
۵۳ Letters of warren to his wife by Sydney C. Grie
۵۴ Cotton; Calcutta old and new; P. 825.
۵۵ See Bengal past and present; Vol. 16. P. 225
۵۶ " " " " " " 17. P. 82.

ایک نمائندہ کو بیان دیتے ہوئے بڑے زور سے کہا تھا کہ "ہیسٹنگ خوب اچھی طرح جانتا تھا کہ اس کی چہیتی بیوی ملک کی ریاستوں سے بڑے بڑے قیمتی ہدایا اور تحائف لیتی ہے اور ان سے یہ فائدہ ضرور ہوتا ہے کہ اس کو ان ریاستوں کے ساتھ یک گونہ ہمدردی پیدا ہو جاتی ہے لیکن بااین ہمہ اس کی ہندوستان سے متعلق پالیسی پر ان چیزوں کا اثر نہیں ہوتا"۔ [۱]

جب ہیسٹنگ نے ہندوستان چھوڑا ہے نواب بنگال تمام اختیارات سے محروم ہو چکا اور سیاسی طاقت کے اعتبار سے اپنی اہمیت کھو چکا تھا اس کے ہاتھوں میں اب خود مختاری کی کوئی علامت نہ تھی اور اب وہ برطانوی حکومت کا صرف ایک پنشن خوار تھا۔ نواب کی مالی حالت اور بھی افسوسناک تھی۔ کمپنی کی طرف سے اس کا جو وظیفہ مقرر تھا اس سے نواب کے خانگی اخراجات پورے نہ ہو سکتے تھے۔ چوبیس سال کی عمر میں ہی نواب مبارک الدولہ گیارہ لڑکوں اور ایک درجن لڑکیوں کے باپ ہو چکے تھے۔ نسلی رفتار کی اس سرعت کے باعث نواب نے پنشن کے اضافہ کا مطالبہ کیا۔ علاوہ بریں محل کی تمام عمارتیں نہایت خراب وخستہ ہو رہی تھیں اور وہ ہرگز ایک نواب کی جائے رہائش بننے کے لائق نہ تھیں۔ ریاض السلاطین کے مصنف نے ۱۷۸۶ء اور ۱۷۸۷ء کے حالات میں لکھا ہے کہ محل کا وہ حصہ جو موتی جھیل اور ہیرا جھیل کہلاتا تھا اور جو ایک زمانہ میں نہایت خوبصورت تھا اب وہ بالکل خراب وویران پڑا ہوا تھا [۲]۔ چنانچہ نواب گورنر جنرل کو ایک خط میں جو کسی بعد کی تاریخ میں لکھا گیا تھا بڑے درد کے ساتھ اُن تکالیف اور شدائد کا ذکر کرتا ہے جن سے اس کا تمام خاندان دوچار ہو رہا تھا۔ اسی سلسلے میں وہ لکھتا ہے "ہم لوگوں کو تواب کھانے پینے کی چیزوں اور لباس تک کا توڑا پڑ گیا ہے۔ قلعہ میں جو محل میرے قبضہ میں ہیں وہ بڑی خرابی اور خستگی کی حالت میں ہیں۔ میں خود ان کی مرمت کرا نہیں سکتا۔ علاوہ بریں میری بہنیں اور لڑکیاں شادی کے قابل ہو گئی ہیں مگر میرے پاس ان کی شادی کے لئے روپیہ نہیں ہے جس کی وجہ سے میں بہت

---

[۱] See Bengal - Past and present. Vol. 5. P. 384.

[۲] ریاض السلاطین ص ۲۹ (ترجمہ)۔

پریشان ہوں۔[۱]

نواب نے ایک میموریل آنریبل کورٹ آف ڈائرکٹرز کے نام بھیجا جس میں اپنی مشکلات کا ذکر کیا تھا۔ کورٹ نے اسے اپنے خط مورخہ ۲۱ جولائی ۱۷۸۶ء کے ساتھ گورنمنٹ کے پاس بھیجدیا اور ذیل کے لفظوں میں سفارش کی کہ اس میموریل پر اس لئے غور کیا جائے کہ نواب کی شان اور اس کی حمایت کو حاصل کرنے کے لئے یا تو نواب پر زیادہ کڑی نگرانی رکھی جائے یا اس کے خانگی انتظامات کو اقتصادی طور پر بہتر بنایا جائے اور یا فوراً اس کے وظیفہ میں اضافہ کر دیا جائے۔[۲]

ان احکام کی تعمیل کرنے کے لئے حکومت کو یہ ضروری معلوم ہوا کہ نظامت کے معاملات میں ابتدائی چھان بین کی جائے۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے مسٹر شور اور مسٹر ایوز مرشدآباد روانہ کر دیئے گئے۔[۳] ان دونوں حکام کی رپورٹ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نظامت کے معاملات نہایت ابتر اور پراگندہ تھے جس کا باعث دیوان راجہ سندر سنگھ کی بدانتظامی تھی۔ نواب بہت زیادہ مقروض ہو گیا تھا اور نواب کے خانگی اخراجات میں کسی قسم کی کوئی کفایت شعاری ملحوظ نہ رہتی تھی۔ مسٹر ایوز نے تجویز کی کہ نواب کے قرض کو ادا کرنے کے لئے ایک فنڈ قائم کیا جائے اور اسی سے نواب کے خاندان میں جو اضافہ ہو رہا ہے۔ اس کے لئے بندوبست کیا جائے۔ اس کے مطابق[۴] ۱۷۹۰ء میں لارڈ کارن والز نے ایک رپورٹ مورخہ ۳ ستمبر مرتب کی اور اس میں مسٹر ایوز کی اس تجویز کی جو وہ ۱۷۸۷ء میں پیش کر چکے تھے، اسی تاریخ کے ایک خط میں گورنر جنرل نے وظائف نظامت کے بخشی کو اطلاع دی کہ ہم مرشدآباد کی نظامت سے متعلق امور ذیل کو مناسب خیال کرتے ہیں۔

---

[۱] See Nawab's letter received 2 Jan 1793. T.R. 333, No. 2. P.6.

[۲] Public Proceedings, OC. 3 Sept. 1790. No. 1.

[۳] For Shore's report see " Secret proceedings 11 June 1787. PP. 3329–69 For Ives report see Public proceedings OC. 3. Sept 1790 . No. 1.

[۴] Public proceedings OC. 3 Sept 1790 . No. 2.

(۱) ہزہائینس نواب مبارک الدولہ پر جو قرض ہے اس کو ادا کرنے کے لئے اس وظیفہ میں سے ہی جو کمپنی نے نواب کے لئے مقرر کر رکھا ہے ایک فنڈ قائم کیا جائے۔

(۲) نواب کے خاندان میں جو آئندہ چل کر اضافہ ہونیوالا ہے اس کے اخراجات کے لئے نواب کے وظیفہ میں سے ہی ایک فنڈ مہیا کیا جائے۔

(۳) نظامت کے مختلف شعبوں کو مختلف عنوانوں کے ماتحت مرتب اور منظم کر دیا جائے تاکہ پھر اس کے مطابق نواب کے لئے جو وظیفہ مقرر ہے وہ ٹھیک طور پر صرف ہو سکے[۵۱]

نواب ان تجاویز پر عمل کرنے میں متامل تھا۔ اس بنا پر گورنر جنرل نے منی بیگم کو لکھا کہ ان تجاویز کو عمل میں لانے کی نگرانی کرے۔ اس وقت نظامت کے حالات بہت ابتر ہو چکے تھے لیکن اس کے باوجود بیگم نے اس بوجھ کو اٹھانے کی ہامی بھر لی چنانچہ ۱۷۹۰ء سے ۱۸۱۳ء تک جبکہ اس کا انتقال ہوا ہے وہ برابر اپنے تجربہ اور عقلمندی سے امورِ نظامت کو مرتب اور منظم کرنے کی کوشش میں مصروف رہی۔ اس وقت اس کی عمر ستر سال سے زیادہ تھی لیکن بایں ہمہ وہ گورنمنٹ کی مختلف تجاویز کی تعمیل میں گہری دلچسپی اور چستی کا ثبوت بہم پہنچاتی رہی۔ چنانچہ وہ اپنے ایک خط میں جو ۲۴ دسمبر ۱۷۹۵ء کو موصول ہوا ہے[۵۲] تفصیل سے بتاتی ہے کہ اس نے مرحوم نواب مبارک الدولہ کے ماتحت رہتے ہوئے کس طرح کارن والزکی تجاویز کو بروئے کار آنے میں مدد دی ہے۔ ۱۷۹۱ء کے آغاز سے ۱۷۹۳ء کے اختتام تک بیگم نے نواب کے قرض میں سے تقریباً چھ لاکھ روپیہ کا قرض ادا کر دیا تھا۔ قرض کی رقم میں کمی کے ساتھ ساتھ نظامت میں تمام الاؤنس بھی بروقت ادا ہونے لگے تھے جس کا اعتراف ہر شخص کرتا تھا۔ ہیرنگٹن اپنے ایک خط مورخہ ۲۷ فروری ۱۷۹۴ء میں اڈمنسٹن کو منی بیگم کی تعریف کرتے ہوئے لکھتا ہے "مجھکو یہ کہنے میں تامل نہیں ہے کہ بیگم کے اثر اور رسوخ کے بغیر کارن والزکی تجاویز کو بہت سخت مخالفت کا سامنا کرنا پڑتا۔"[۵۳]

۵۱ Public Proceedings, OC. 3 Sept. 1790. No 2.
۵۲ TR. 38, PP. 819–37, No 432.
۵۳ Copies of Correspondence with the Supdt. of Nizamat affairs at Murshidabad (1788–1811) P. 219.

۱۷۹۳ء میں نواب مبارک الدولہ کا انتقال ہوا اور نواب نصیر الملک (مبارک الدولہ ثانی) جانشین ہوا تو اب نظامت کے معاملات میں اور زیادہ ابتری پیدا ہوگئی۔ صحبتِ بد کی وجہ سے نواب جلد ہی بدقماش لوگوں کے اثر میں آگیا۔ چنانچہ اس نے امام قلی کو جو ایک بہت معمولی سمجھ کا انسان تھا اپنا میر ساماں مقرر کیا۔ ایک دوسرا شخص شمس الدولہ جو خود اپنے لئے نائب ناظم کا عہدہ حاصل کرنا چاہتا تھا اس نے منی بیگم کی طرف سے نواب کو بدظن کردیا تھا۔ ان لوگوں کے زیر اثر نواب نے چاہا کہ بیگم کو نظامت کے تمام امور کے انتظام و انصرام سے الگ کردے۔ مزید براں یہ ہوا کہ تقریباً ایک لاکھ روپیہ کا جدید قرض نواب کے ذمہ ہوگیا۔ چنانچہ ایک خط میں جو ۲۲ اکتوبر ۱۷۹۵ء کو وصول ہوا ہے[۵۱] منی بیگم گورنر جنرل کو ان تمام بدانتظامیوں اور خرابیوں سے مطلع کرتی ہے جو نظامت کے انتظامات میں پھیلی ہوئی تھیں۔ اس بنا پر سرجان شور نے اب ایک نیا لائحہ عمل تیار کیا۔ لیکن چونکہ منی بیگم اور نواب کے تعلقات باہمی بے اعتمادی اور شک و شبہ کی وجہ سے بہت کشیدہ ہوچکے تھے اس لئے اس نئی اسکیم کو کامیابی نہ ہوسکی۔

۱۷۹۷ء میں لارڈ ویلزلی گورنر جنرل کی حیثیت سے ہندوستان آئے تو انھوں نے ۱۸۰۱ء میں نظامت کے اخراجات میں تخفیف کے پیش نظر تمام معاملات کی اصلاح کے لئے ایک کمیٹی مقرر کی لیکن اس کمیٹی کے سفارشات پر کوئی عمل نہ کیا گیا۔ البتہ یہ ضرور ہوا کہ بیگم اور اس کے لائق دیوان رائے مانک چند کی کوششوں سے قرض کی رقم میں کافی تخفیف ہوگئی جس کی وجہ کچھ تو یہ تھی کہ قرض خواہوں سے اس معاملہ میں کوئی مصالحت ہوگئی تھی اور کچھ وجہ یہ بھی تھی کہ پس انداز رقم سے قرض ادا بھی کردیا گیا تھا۔ ۱۸۰۲ء میں نظامت پر جو قرض تھا اس کی مقدار آٹھ لاکھ روپیہ تھی۔ لیکن ۱۸۰۷ء کے ختم پر یہ مقدار گھٹ کر پانچ لاکھ سے کچھ کم رہ گئی تھی۔[۵۲]

۱۸۰۷ء میں نظامت کے معاملات کی پھر چھان بین ہوئی اور اس مقصد کے لئے مسٹر پیل

---

۵۱ T R. 38, PP. 589-600 No. 337.

۵۲ P.A. Proceedings, OC. 23 July. 1816. No. 1.

کو خاص طور پر مرشد آباد بھیجا گیا۔ اور پھر مسٹر پیل کی سفارش پر ہی گورنمنٹ نے نواب کے ذمہ جو ذاتی قرض تھا اس کی ایک بڑی رقم ۱۸۰۸ء میں بیباق کی اور آئندہ کے لئے یہ انتظام کیا کہ باقی رقم قرض کی ادائیگی تدریجی طور پر ہوتی رہے۔ علاوہ بریں تعمیرات کے لئے کچھ رقم پیشگی بھی دیدی۔ اس میں شک نہیں کہ اس طرح صورتِ حالات کسی قدر بہتر ہوگئی۔ لیکن یہ واقعہ ہے کہ مستقل اصلاح اس وقت تک نہ ہوسکی جب تک کہ ۱۸۱۶ء میں نظامت ایجنسی امانت فنڈ۔ . . . (Nizamat Agency Deposit fund) کا مستقل قیام عمل میں نہیں آگیا۔ مسٹر اڈمنسٹن نے ۱۸۱۶ء میں نظامت کے حالات و معاملات کے بارہ میں ایک یادداشت مرتب کی تھی اس میں اس نے بیگم کی خدمات کو بہت سراہا ہے چنانچہ وہ کہتا ہے۔

> "ناظم کی وقتی نااہلیت جس کا باعث اس کی نابالغی اور کیرکٹر کی کمزوری تھی۔ اس کی وجہ سے نظامت کے انتظام میں جو خرابی پیدا ہوگئی تھی اس کی تلافی منی بیگم کی لیاقت و قابلیت، طبیعت کی استواری اور اس کے اثر و رسوخ سے ہوگئی"۔ [۱]

منی بیگم اور نواب نصیر الملک میں جو اختلافات تھے ان کی وجہ صرف یہ نہ تھی کہ نواب ناتجربہ کار تھا اور بدقماش لوگوں کے زیرِ اثر تھا جو اس کے دربار پر چھائے ہوئے تھے بلکہ اس اختلاف کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ بیگم اقتدار پسند تھی اور ہر معاملہ میں اپنا دخل چاہتی تھی۔ چنانچہ ۱۷۹۲ء میں اس نے یہ خواہش کی کہ تمام معاملات کا انتظام و اہتمام اس کے اپنے ہاتھوں میں آجائے اور دیوان کا نام ہاد تقرر بھی اس کے اپنے انتخاب سے ہو۔ لیکن وظائف نظامت کے مہتمم نے اس تجویز کی مخالفت اس بنا پر کی کہ اگر ایسا ہوگیا تو بیگم کے ہاتھوں میں غیر معمولی طاقت آجائے گی"۔ [۲]

۱۸۱۰ء میں اس نے پھر کوشش کی کہ جانشینی کا معہود قاعدہ اڑا دیا جائے اور مسند پر اپنے

۱۔ Pol Proceedings, OC. 23 July 1816. No. 1.

۲۔ Copies of Correspondence with the Supdt, of Nizamat affairs at Murshidabad (1788-1811) PP. 222-24.

انتخاب کے مطابق کسی ایک نواب کو متمکن کرے۔ نواب نصیر الملک کی وفات پر اس نے گورنر جنرل کو لکھا کہ مرحوم کا بڑا لڑکا سید ضیاء الدین خاں ناتجربہ کار ہے اور مسند نشینی کے لئے جو صفات ضروری ہیں، ان سے بے بہرہ ہے۔ اس لئے اس نے سفارش کی کہ مرحوم نواب کے چھوٹے بھائی سید ابو القاسم خاں کو جو عام طور پر منگلی صاحب کہلاتے تھے اور جن کی عمر اس وقت ۳۲ سال سے اوپر تھی اور بہت اچھی صفات سے مزین تھے۔ ان کو مسند نشین کر دیا جائے[۵۱] لیکن ریذیڈنٹ کی مخالفت کے باعث بیگم کی یہ کوشش بالکل ناکام رہی۔ یہاں یہ واضح رہنا چاہئے کہ منگلی صاحب میں ہرگز وہ صفات موجود نہ تھے جو بیگم نے اس کی طرف منسوب کئے تھے۔ اس بنا پر یہ ظاہر ہے کہ بیگم کا مقصد اس تحریک سے بجز اس کے کچھ اور نہ تھا کہ وہ اس طرح اپنے لئے اقتدار حاصل کرنا چاہتی تھی جس کی آرزو اس کو آخری لمحۂ زندگی تک رہی۔ میر منگلی اگر مسند نشین ہو جاتے تو چونکہ ان کی یہ سرفرازی سرتاسر بیگم کے اثر و رسوخ کی ہی مرہون احسان ہوتی۔ اس بنا پر یہ لامحالہ نظامت کے تمام معاملات کا انتظام و انصرام اور اقتدار و اختیار بیگم کے ہاتھوں میں ہی دیدیتے۔"[۵۲]

منی بیگم کا انتقال ۱۸۱۳ء میں ۱۰ جنوری کو ۹۷ سال کی عمر میں ہوا۔[۵۳] موت اچانک واقع ہوئی جس صبح کو اس کا انتقال ہوا ہے اس کی شب میں دیر تک بیٹھی ہوئی وہ محرم منانے کی تیاریوں میں مصروف رہی جس سے وہ بڑی دلچسپی لیتی تھی۔ صبح کو بیدار ہوئی تو اس وقت بھی تھکان کا کوئی اثر نہ تھا چنانچہ حسب معمول اس نے احکام جاری کرنے شروع کر دیئے۔ دس اور گیارہ بجے کے درمیان کا عمل تھا کہ وہ اچانک بیہوش ہو گئی اور طبی امداد کے پہنچنے سے پہلے ہی اس کا مرغ روح قفس عنصری سے آزاد ہو گیا

---

۵۱ See her letter to Governor General. T.R. year 1810, PP. 243-47. No. 261.

۵۲ See Pol. Proceedings, OC. July the 6th 1816. No. 46.

۵۳ For Controversy about the date of her death See Bengal - Past and present, AP. to June 1925 PP. 153-4. In the government Records the date 10th Jan, 1813.

اسی شام کو جعفر گنج کے خاندانی قبرستان میں اس کے شایانِ شان اعزاز و اکرام کے ساتھ اسے دفن کیا گیا[۵۱] ۱۸۱۶ء میں گورنمنٹ نے نظامت ایجنسی امانت فنڈ میں سے نو ہزار چھ سو روپیہ کی رقم اس لئے مخصوص کر دی کہ اس رقم کے سود سے جو پانسو چھہتر ۵۷۶ ہوتے تھے مرحومہ کی قبر کے اخراجات کو پورا کیا جائے[۵۲]

بیگم نے اپنے ترکہ میں منقولہ اور غیر منقولہ دونوں قسم کی بہت بڑی جاگیر و جائداد چھوڑی۔ زمینوں، گھروں اور محل سے متصل چوک کے علاوہ سونے اور چاندی کے سکوں کی شکل میں اس نے جو خزانہ چھوڑا تھا وہ تقریباً پندرہ لاکھ روپیہ کا تھا۔ اس کے علاوہ بہتیرے کشمیر شالوں کے، ململ کے تھان اور دوسرے مختلف وضع قطع کے کپڑے وہ بھی بہت قیمتی تھے۔

بیگم کی کثیر دولت پر قبضہ حاصل کرنے کے لئے نواب نے مرحومہ کی وفات کے فوراً بعد ہی ایک کاغذ پیش کیا جس میں بیگم کی یہ وصیت درج تھی کہ میرے بعد نواب میرے گھر، جائیداد و املاک کا مالک اور قابض ہوگا اور اس کو اختیار ہوگا کہ وہ جس طرح چاہے اس کو خرچ کرے۔ علاوہ ازیں میرے تمام رشتہ داروں متعلقین اور ملازمین وغیرہ کا سرپرست اور محافظ بھی وہی ہوگا"[۵۳] اس سلسلہ میں نواب نے اپنی ایک حرم کو بیگم کے خاص محل پر قبضہ کرنے کے لئے ڈیوڑھی بھی بھیجدیا۔ لیکن گورنمنٹ کو ایک تو اس وجہ سے کہ بیگم کی موت اچانک واقع ہوئی تھی اس بنا پر اس کو وصیت کرنے کا خیال کیسے ہو سکتا تھا اور پھر وصیت نامہ پر قاضی کی تصدیق بھی نہ تھی۔ وصیت نامہ کو مشتبہ سمجھتی تھی[۵۴] معاملاتِ نظامت کے سپرنٹنڈنٹ سے کہا گیا کہ وہ وصیت نامہ سے متعلق تمام حالات و واقعات

---

۵۱ See letter from Supdt, of Nizamat affairs to Persian Secy, 11 june, 1813. Secret proceedings. OC. 26, Feb, 1813. No. 18.

۵۲ See Reports on the Accounts of Murshidabad Nizamat Stipend Fund (1816-68) P, 8.

۵۳ TR. 57, P. 25, No 22.

۵۴ Proceedings, OC. 26 Feb, 1813. No. 21.

کی تحقیق و تفتیش کرے۔ اس سلسلہ میں جو گواہ تھے ان سے کہا گیا کہ وہ اس کے سامنے حاضر ہو کر حلف اٹھائیں لیکن ان لوگوں نے قسم کھانے سے انکار کر دیا۔ علاوہ بریں خود نواب نے اپنے ایک خط مورخہ ۳۰ جنوری میں اس بات کا اقرار کر لیا ہے کہ وصیت نامہ محض جعلی تھا اور اب وہ اس سلسلہ میں اپنے تمام دعاوی سے دست بردار ہوتا ہے [۵۱]

نواب کو توقع تھی کہ اس کی حرم کو منی بیگم کا مرتبہ حاصل ہو جائے گا لیکن اب اس کو یہ امید بھی نہ رہی تھی۔ تاہم گورنر جنرل نے اپنے ایک خط مورخہ ۸ فروری ۱۸۱۳ء میں نواب کو یقین دلایا ہے کہ بیگم کی متروکہ جائیداد یا زرِ نقد کا کوئی حصہ کمپنی کے مفاد پر خرچ نہ ہوگا بلکہ اس کے برخلاف وہ کل کا کل نواب اور اس کے خاندان کے مفاد اور نظامت کے معاملات کی عام ضرورتوں پر صرف ہوگا۔[۵۲] چنانچہ ۱۸۱۶ء میں پوری جائداد اور سارا خزانہ سب کا سب نواب کو دیدیا گیا۔

برطانوی سیاح لارڈ ولنشیا (Lord Valentia) جس نے انیسویں صدی کے شروع میں ہندوستان دیکھا تھا ۱۸۰۳ء میں وہ مرشد آباد بھی آیا تھا یہاں اس کی ملاقات نواب اور منی بیگم دونوں سے ہوئی تھی۔ بیگم کی نسبت اس نے اپنے تاثرات ان الفاظ میں بیان کئے ہیں۔

"بیگم تقریباً ڈیڑھ ایکڑ کے ایک باغ میں رہتی ہے جس کو اس نے میر جعفر کے انتقال کے بعد سے اب تک جس کو چالیس برس ہو گئے ہیں مرحوم کی یادگار ہونے کی وجہ سے ترک نہیں کیا ہے۔ بیگم ایک گلناری رنگ کے ریشمیں پردہ کے پیچھے سے گفتگو کر رہی تھی جو ایک خوبصورت کشادہ کمرہ میں جو ستونوں پر قائم تھا پھیلا ہوا تھا۔ بیگم کی آواز اونچی اور تیز تھی۔ کبھی کبھی اس میں کپکپی بھی پیدا ہو جاتی تھی۔ مسز پٹیلے جس نے اسے دیکھا تھا اس نے مجھکو بتایا کہ بیگم پست قامت فربہ اندام

---

۵۱ T.R. 57, P59, No 57 (Enc. 5)

۵۲ See letter from the Persian Secretary to the Supdt. of Nizamat affairs.
Walsh. History of murshidabad, P. 191.

اور ناک نقشہ کے اعتبار سے نہایت بدصورت ہے اگرچہ مزاج کے اعتبار سے وہ انتہا درجہ تشدد پسند ہے۔ تاہم نہایت سمجھدار عورت ہے، اس میں شک نہیں کہ وہ بہت مالدار ہے لیکن یہ معلوم نہیں کہ اس کے انتقال کے بعد اس کی دولت کا کیا ہوگا۔ کوئی چیز اسے وصیت کرنے پر راغب نہیں کر سکتی۔ دورانِ ملاقات میں وقفہ وقفہ سے بیگم حقہ کے کش بھی لیتی رہتی تھی"۔[۵۱]

لارڈ ولنشیا نے جب بیگم سے ملاقات کی ہے اس وقت اس کی عمر ۸۷ برس تھی اور یہ ظاہر ہے کہ اس سن رسیدگی میں یہ توقع نہیں ہو سکتی کہ اس زمانہ میں بھی اس کی شگفتہ روئی اور رعنائی و زیبائی کا عالم وہی ہوگا جو اس کے عہدِ شباب میں تھا۔ جہاں تک اس کی آواز کے تیز و تند ہونے کا تعلق ہے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کی آواز شروع سے ہی ایسی تھی۔ غلام حسین کا بیان ہے کہ بیگم اگرچہ نہایت مغرور و تند مزاج تھی تاہم وہ بڑی عقلمند اور حاضر جواب خاتون تھی۔[۵۲] تقریباً اس عہد کے تمام مورخین نے ہی اس کی دانشمندی اور زیرکی کی داد دی ہے۔ لارڈ ولنشیا لکھتا ہے "ہرچند کہ بیگم کافی معمر ہے تاہم اس کی ذہانت اور ذکاوت اس میں اب تک پوری قوت کے ساتھ موجود ہے"۔[۵۳]

بیگم بڑی سخی اور فیاض تھی۔ غریبوں اور مفلسوں کو لڑکیوں کی شادی بیاہ کے اخراجات کے لئے بڑی بڑی رقمیں دیتی تھی۔ سیر المتاخرین کے مصنف کا بیان ہے کہ جب میں مرشد آباد میں تھا تو وہاں بیچاری ایک غریب عورت تھی جو اپنی لڑکی کی شادی کا بندوبست نہ کر سکتی تھی۔ بیگم کو اس کا علم ہوا تو اس نے اس عورت کو ستر سے اسی تک سونے کی اشرفیاں دیں اور ان کے علاوہ شادی کی دوسری ضروریات بھی فراہم کیں۔[۵۴]

حکیم عسکری جو بیگم کے خصوصی معالج تھے وہ بھی بیگم کے الطاف و عنایات سے بہت کچھ

---

۵۱ Valentia, Travels in India. 1. P. 227–8

۵۲ سیر المتاخرین ج ۳ ص ۱۴۷ (ترجمہ)

۵۳ Valentia, Travels in India, 1. P. 73.

۵۴ سیر المتاخرین ج ۲ ص ۸۲۲ (اصل)

بہرہ مند ہوتے رہتے تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ بیگم سولہ ہزار روپیہ سالانہ سے زائد خیر خیرات اور صدقات پر خرچ کرتی تھی۔ نوکروں اور ماتحتوں کے ساتھ بھی اس کا برتاؤ نرم اور فیاضانہ تھا۔ جو شخص ایک مرتبہ اس کی ملازمت میں داخل ہو جاتا تھا اسے وہ اس وقت تک الگ نہیں کرتی تھی جب تک اس سے کسی شدید قسم کا جرم سرزد نہ ہوتا تھا۔

ایک عام یقین یہ بھی ہے کہ بیگم بڑے وسیع پیمانہ پر تجارت کرتی تھی۔ برک کہتا ہے کہ بیگم ملک میں منشیات کی سب سے بڑی سوداگر تھی لیکن کبھی وہ ان چیزوں کی چنگی ادا نہ کرتی تھی اور خلافِ قانون ان کی تجارت کرتی تھی"[۱] لیکن یہ بالکل غلط ہے۔ یہ بیگم نہیں بلکہ اس کا خواجہ سرا تھا جو اس تجارت سے بڑی دلچسپی لیتا تھا اور اس طرح اس نے بہت وافر دولت کمائی تھی[۲]

یہ ظاہر ہے کہ بیگم کسی شریف گھرانے سے تعلق نہ رکھتی تھی اور اس نے تعلیم بھی حاصل نہ کی تھی۔ تاہم ایک وسیع مفہوم کے اعتبار سے وہ شائستہ ضرور تھی۔ اسے تعمیرات کا بڑا شوق تھا۔ ۱۷۶۷ء میں اس نے چوک مسجد بنوائی جو مرشد آباد کی سب سے بڑی مسجد ہے۔ کپڑے اور ہاتھی دانت کی مقامی صنعتوں کی بھی وہ بڑی حوصلہ افزائی کرتی تھی اس میں شک نہیں کہ وہ اپنے عہد کی بڑی نامور خاتون تھی۔ انگریز بھی اس کی بڑی تعظیم کرتے تھے اور بسا اوقات اس کو "ماں" یا "بڑا بیگم" کہکر خطاب کرتے تھے۔

---

[1] See Burke's Impeachment of Warren Hastings. P. 494.
[2] See Pol Proceedings, OC. 6 July. 1816. No. 46.